امام رضاؑ و ولی عہدی مامون

حجۃ الاسلام مولانا سید فدا حسین بخاری۔

حضرت امام رضاؑ گیارہ ذیقعدہ ۱۴۸ھ ق، مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد گرامی حضرت موسیٰ بن جعفرؑ ساتویں امام، اور آپ کی والدہ ماجدہ نجمہ خاتون ہیں۔ آپ کے مشہور القاب رضا، صابر، رضی اور آپ کی کنیت ''ابوالحسن'' ہے۔ آپ ۳۵ برس کی عمر میں اپنے والد گرامی کی شہادت کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے، آپ کی مدت امامت ۲۰ سال ہے۔ ۱۷ سال امامت کے دوران مدینہ منورہ میں رہے اور اپنی امامت کے آخری تین سال خراسان ایران میں گزارے۔ یہ آخری تین سال ان کی زندگی میں نہایت اہم ہیں۔

اس مقالہ میں آپؑ کی حیات طیبہ کا فہرست وار جائزہ بھی نہیں پیش کیا جاسکتا، چہ جائیکہ تفصیل سے تحریر کیا جائے۔ ہم صرف ولی عہدی مامون کا جائزہ لیتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے خلیفہ عباسی مامون کی ولی عہدی کیوں قبول کی اور پھر اس سے امت اسلامی کو کیا فائدہ ہوا اور اسلام کا حقیقی چہرہ کہاں تک نمایاں ہوا؟

خلیفہ عباسی مامون الرشید کے حکومتی مسائل اس نہج پر پہنچ گئے تھے کہ بنی ہاشم کا راضی کرنا اس کے لئے ضروری ہوگیا تھا۔ امام رضاؑ کی شخصیت کا سہارا لئے بغیر اس کی حکومت کا دوام مشکل نظر آرہا تھا، اس لئے اس نے سیاسی قدم اٹھایا اور اس کے حسب ذیل اسباب محرک قرار پائے:

۱۔ مامون الرشید اور اس کی حکومت یہ چاہتی تھی کہ امام رضاؑ کو اپنے زیر نظر رکھا جائے تا کہ عوام سے زیادہ قریب نہ ہونے پائیں، اس طرح عوامی شخصیت کے خطرہ سے اپنا تحفظ کرلیا جائے ورنہ ان کی شخصیت کسی وقت بھی خطرہ بن سکتی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا اور امامؑ نے ولی عہدی سے فائدہ اُٹھا کر عوامی رابطہ بڑھایا اور اس سے بہت کچھ حاصل کیا۔

۲۔ امام کا امت سے رابطہ دشوار بنایا جائے تا کہ ان کے علوم واحکام کی اشاعت نہ ہوسکے جو ہر دور کے حکام جو کا اہل علم کے ساتھ برتاؤ رہا ہے کہ بظاہر اعزاز واحترام کے نام پر عوام سے رابطہ توڑ دیا جائے اور عوام کو ان کے صحیح نظریات وتعلیمات سے آگاہ نہ ہونے دیا جائے او اس طرح حکومت کو ان کی تعلیمات کی خودساختہ ترجمانی کا موقع مل جائے۔

۳۔ لوگوں میں امام موسی کاظمؑ کی مظلومانہ شہادت کے زیر اثر پیدا ہونے والے جذبات کا علاج کیا جائے او لوگوں پر ظاہر کیا جائے کہ حکومت دشمن اہلبیتؑ نہیں ہے اور امام کی شہادت میں حکومت کا ہاتھ نہیں ہے۔

۴۔ امام کے ولی عہد ہونے کی وجہ سے حکومت کی شرعی حیثیت بحال کی جائے۔

۵۔ عوام کے خیالات کو نئے موضوع کی طرف موڑ د جائے تا کہ ہر گھر میں نئی بحث چھڑ جائے اور بنیادی حکومتی مسائل اور حکومت مخالف

حکومتی مسائل اور حکومت مخالف قائدین سے لوگوں کی توجہ ہٹائی جائے۔

۶۔ علویین کی طرف سے اُٹھنے والی تحریکوں اور آوازوں کو دبا جائے اور انہیں یہ پیغام دیا جائے کہ حکومت نے اپنا طرز عمل بدل لیا ہے اور اب ان کا امام حکومت میں ولی عہد ہے، اس لئے اب حکومت کے خلاف بغاوت کا علم بلند نہ کریں۔

۷۔ مامون کے ذہن میں یہ بات تھی کہ حکومت کی شرعی حیثیت اس بات پر موقوف ہے کہ اہلبیتؑ کی عظیم ترین شخصیت اس کی تائید کرے۔ فرزند رسول حضرت علی رضاؑ کی تائید کے بغیر اس کی حکومت کو صحیح معنوں میں لوگ خلافت اسلامی ماننے کے لئے تیار نہیں اور پھر ماموں اپنے آپ کو علم دوست اور مذہبی شخصیت کے طور پر پیش کرتا تھا، وہ دوسرے عباسی خلفاء کی طرح اوباش اور عیاش قسم کا بادشاہ نہیں تھا کہ ہر حال میں کرسی پر قابض رہے، لوگ اس کے بارے میں چاہے جو بھی نظریہ رکھیں۔ وہ چاہتا تھا کہ حکومت بھی کرے اور حکومت شرعی بھی کسی حد تک رہے اور پھر اسے یہ فکر بھی لاحق تھی کہ کسی بھی وقت اسلامی جذبات مسلمانوں پر غالب آسکتے ہیں اور حکومت اس کا شکار ہو سکتی ہے اور یہ احساس درحقیقت وہی احساس تھا جو رحلت رسول پاکؐ کے بعد خلفائے اسلام میں موجود تھا جس کی بناء پر وہ مولائے کائنات سے تقاضائے بیعت کرتے تھے اور یزیدی دور میں امام

حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا گیا، کیونکہ خاندان رسالت کی تائید کے بغیر کوئی حکومت اسلامی نہیں ہوسکتی۔ اب ضرورت تو وہی تھی انداز بدلہ ہوا تھا، اب خلیفہ یہ چاہتا تھا کہ امام کو شریک حکومت بنالیا جائے، اس طرح مقصد بھی حاصل ہوجائے گا اور آل رسول کو غلام بنانے کا الزام بھی عائد نہیں ہوگا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے اس نکتے کے پیش نظر ولی عہدی میں یہ شرط رکھ دی کہ میں امور مملکت میں کسی طرح مداخلت نہیں کروں گا اور کوئی کام میرے نام پر نہیں ہوگا، یہ اور بات ہے کہ مجھ سے مشورہ کیا جائے تو میں صحیح مشورہ ضرور دوں گا۔ یہ تاریخ امامت میں ہر علی کا طریقہ کار رہا ہے اور اس اصول حیات سے کوئی بھی متدین انسان انحراف نہیں کرسکتا، شخصیت سے اختلاف الگ چیز ہے اور اسلامی مقاصد کا تحفظ الگ چیز ہے، پہلے محاذ پر تائید خلاف شرع ہے، لیکن دوسرے محاذ پر عین اسلام اور تدیّن ہے۔

امامؑ نے ولی عہدی کیونکہ قبول کی؟

مامون الرشید نے پہلے امام علیہ السلام سے کہا خلافت کی ذمہ داری آپ سنبھالیں، امام نے جواب میں فرمایا کہ اگر خدا نے تجھے یہ خلافت دی ہے تو تجھے اسے دوسرے کے سپرد کرنے کا حق نہیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر جب تجھے نہیں دی گئی تو پھر کس طرح تم اسے دوسرے کو دے رہے ہو، تمہارے پاس اسے دوسرے کو دینے کا حق بھی نہیں ہے۔ مامون مسلسل اصرار کرتا رہا اور امام انکار کرتے رہے۔ اس نے کہا اگر خلافت قبول نہیں کرتے تو پھر ولی عہدی ہی قبول کیجئے، امام نے ولی عہدی لینے سے بھی انکار کردیا تو اب مامون نے غصے کے عالم میں دھمکی آمیز گفتگو شروع کردی اور کہا: عمر خطاب جب دنیا سے جانے لگے تو انہوں نے چھ افراد کی کمیٹی تشکیل دی تا کہ خلیفہ کا انتخاب کرے، اس کمیٹی میں امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ بھی تھے، عمر نے کہا کہ جو بھی کمیٹی کا ممبر فیصلے کی مخالفت کرے گا اس کی گردن اتار دی جائے گی، آپ میری تجویز قبول کریں، میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ بعض روایات کے مطابق اس نے صریحاً امامؑ کو قتل کی دھمکی دی۔ امامؑ کو بحالت مجبوری ولی عہدی کا عہدہ قبول کرنا پڑا، البتہ امامؑ نے یہ شرط رکھی کہ وہ حکومتی امور میں مداخلت نہیں کریں گے، کسی کو عزل ونصب نہیں کریں گے، قضاوت یا فتوی حکومتی مسائل میں نہیں دیں گے، امامؑ کے خادم روایت کرتے ہیں کہ جب ولی عہدی کے مراسم سرکاری طور پر انجام پاگئے تو امامؑ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا: "اللھم انک تعلم انی مکرہ مضطر، فلاتواخذنی کما لم تواخذ عبدك و نبیك یوسف حین وقع الی ولایۃ مصر" (اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں (ولی عہدی کے قبول کرنے میں) مجبور تھا، اس پر میرا مواخذہ نہ فرما، جس طرح تو نے اپنے بندے اور نبی یوسف کا مصر کی حکومت قبول کرنے پر مواخذہ نہیں فرمایا)۔ امام رضا علیہ السلام کی زندگی میں یہ واقعہ اسی طرح پیش آیا جس طرح امام حسن علیہ السلام کو مجبوراً صلح کرنا پڑی، حضرت علی علیہ السلام کو چھ رکنی مشاورتی کمیٹی کا رکن بننا پڑا اور اس کے فیصلے کو ماننا پڑا۔

امام علیہ السلام کے مدینہ سے خراسان کہ طرف سفر اور ولی عہدی سے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

خلیفہ نے امام رضاؑ کو مدینہ منورہ سے شہر "مرو" طلب کیا امام علیہ السلام حکومت کی سیاسی چالوں سے بخوبی واقف تھے اور آپ کسی قیمت پر نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے کسی عمل سے ظالم کو ادنیٰ فائدہ پہنچے چنانچہ آپؑ نے بھی "مکروا و مکر اللہ" کی پالیسی کے پیش نظر اپنا لائحہ عمل طے کرلیا اور یہ چاہا کہ جس راستہ سے ظالم وار کرنا چاہتا ہے اسی راستہ سے اس کے مکر کو اس کی گردن میں ڈال دیا جائے، چنانچہ آپؑ نے سفر تو منظور کرلیا، لیکن اس سفر کا پہلا فائدہ یہ قرار دیا کہ تمام راستہ میں اپنے کمالات اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کو واضح کرتے رہے تا کہ امت اسلامی پر اتمام حجت بھی ہوتا رہے اور اسلام کی تبلیغ بھی انجام پاجائے، اس سفر میں آپؑ نے توحید اور امامت کا رابطہ نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا۔

چنانچہ آپ نیشاپور پہنچے تو ہزاروں افراد آپؑ کی زیارت کے لئے جمع ہوگئے۔ ۲۰ ہزار کے قریب محدثین قلم ودوات لے کر آگئے کہ آپ سے حدیث سن کر نقل کریں، پہلے آپ کی زیارت کا مطالبہ کیا، آپؑ نے محمل کا پردہ ہٹایا تو مجمع نے زیارت کی اور شور گریہ بلند ہوا، گویا قوم نے سرکار دوعالمؐ کے جمال مبارک کی زیارت کی، ایسے میں امامؑ نے حدیث بیان کرنا شروع کی۔ آپ نے فرمایا: میرے لئے میرے والد موسی بن جعفر نے اور ان کے لئے ان کے والد گرامی جعفر بن محمد اور ان کے لئے محمد بن علی اور ان کے لئے ان کے والد علی بن حسین اور ان کے لئے ان کے والد حسین بن علی اور ان کے لئے علی بن ابی طالب سے حدیث بیان کی اور فرمایا کہ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ اللہ کا ارشاد ہے: "لا الہ الا اللہ حصنی فمن دخلہ آمن من عذابی"۔ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس قلعہ میں داخل ہوگیا، میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا، امامؑ کی سواری چل پڑی، تھوڑی دور جا کر امامؑ نے دوبارہ فرمایا: بشرطھا وانا من شروطھا۔ اس کی کچھ شرائط ہیں اور میں ان شرائط میں سے ایک شرط ہوں۔ امامؑ نے واضح کیا کہ توحید کے ساتھ امامت لازمی چیز ہے، اگر عذاب الہی سے نجات چاہتے ہو تو توحید بدون امامت کافی نہیں ہے۔ توحید امامت کے قبول کرنے کے بعد نجات کا باعث ہے۔ یہ منظر غدیر خم کی طرح کا تھا جس میں امت کو ایک مرتبہ پھر امامت کی طرف رہنمائی کی گئی اور پھر امامؑ دارالخلافہ پہنچنے سے پہلے ہی اپنی امامت کا اعلان کررہے ہیں اور بتارہے ہیں کہ ہمارا راستہ حکومت کے راستے سے جدا ہے۔ اس سے پہلے کہ خلیفہ کوئی اعلان کرے امامؑ نے اپنی امامت کو لوگوں پر واضح کیا۔ اس سفر پر برکت میں امام سے بہت سی کرامات اور معجزے ظہور میں آئے۔

ولی عہدی قبول کرنے کے بعد حکومت نے بہت سارے علمی مباحثے اور مناظروں کا اہتمام کیا جس میں علمائے یہود ونصاریٰ اور دوسرے مذاہب کے کے دانشوروں سے امامؑ کی گفتگو ہوئی جس میں امامؑ نے اسلام کی حقانیت اور اپنی علمی اور روحانی برتری کو واضح کیا اور لوگوں کو خالص محمدی اسلام کی طرف دعوت دی، ظاہر ہے کہ اسلام کے حقیقی رہنما کو طاغوت وقت زیادہ دیر برداشت نہیں کرسکتا، امام کو زہر دے کر آپؑ کی زندگی کا خاتمہ کردیا۔